سُنّت کے متعلق چند مزید سوالات

[پچھلی دو اشاعتوں میں ڈاکٹر عبدالودود صاحب اور مدیر ترجمان القرآن کی جو مراسلت ناظرین کے سامنے آچکی ہے، اس کے سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کا ایک تازہ خط وصول ہُوا ہے جسے مدیر ترجمان القرآن کے جواب سمیت ذیل میں درج کیا جارہا ہے]

ڈاکٹر صاحب کا خط

محترم مولانا السلام علیکم۔

میرے خط مورخہ ۱۷ اگست کا جواب آپ کی طرف سے ترجمان القرآن ماہ اکتوبر و نومبر کی اشاعتوں میں آچکا ہے۔ اکتوبر کے ترجمان میں شائع شدہ جواب کا بقیہ حصہ بھی بذریعہ ڈاک موصول ہوگیا تھا۔ اس جواب کے آخر میں آپ نے فرمایا ہے کہ آگے کسی بحث کا سلسلہ چلنے سے پہلے آپ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا میں حق کے آگے جھکنے کے لیے تیار بھی ہوں یا نہیں۔

محترم! ایک سچے مسلمان کی طرح میں ہر وقت حق کے آگے جھکنے پر تیار ہوں۔ لیکن جہاں حق موجود ہی نہ ہو بلکہ کسی بُت کے آگے جھکنا مقصود ہو تو کم از کم میں ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ شخصیت پرستی میرا مسلک نہیں۔ میں بار بار آپ کو تکلیف اس لیے دیتا ہوں کہ مسئلہ زیرِ بحث صاف ہو جائے اور ایک ہی ملک میں بسنے والے اور ایک ہی منزلِ مقصود کی طرف بڑھنے والے الگ الگ راستے اختیار نہ کریں۔ اور آپ ہیں کہ لفّاظی اور جذبات کا مرکب پیش کرنے میں سارا زورِ قلم اس لیے صرف کر رہے ہیں کہ میں جھک جاؤں۔ آپ نے اتنا طویل جواب لکھنے میں یقیناً بڑی زحمت اٹھائی

لیکن میری بدنصیبی ملاحظہ فرمائیے کہ اس سے اور الجھنیں پیدا ہو گئیں۔

آپ نے یہ درست فرمایا کہ میرے لیے قرآن کا مطالعہ میرے بہت سے مشاغل میں سے ایک ہے اور آپ نے اپنی عمر اس کے ایک ایک لفظ پر غور کرنے کرنے اور اس کے مضمرات کو سمجھنے میں صرف کی ہے۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑیگا کہ آپ کی یہ عمر بھر کی محنت اپنی ذات کے لیے ہو تو ہو لیکن عام مسلمانوں کے لیے کچھ مفید ثابت نہیں ہو سکی۔ آپ کے خط میں بہت سے ابہامات ہیں۔ کئی باتیں قرآن کے خلاف ہیں۔ کئی باتیں ایسی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ قرآن کا مطلب صحیح طور پر نہیں سمجھتے۔ ان کے لیے بڑا تفصیلی جواب درکار ہے جسے میں انشاء اللہ العزیز اولین فراغت میں مکمل کر سکوں گا۔ لیکن اس سلسلے میں دو ایک باتیں ایسی ہیں جن کی وضاحت نہایت ضروری ہے۔ اس وقت میں صرف انہیں کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ ساری بحث سمٹ سمٹا کر یہاں آجاتی ہے کہ رسول اللہؐ پر جو وحی خدا کی طرف سے نازل ہوئی وہ سب کچھ قرآن کے اندر ہے یا باہر کہیں اور بھی۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ وحی کا ایک حصّہ قرآن کے علاوہ اور بھی ہے۔ اس ضمن میں حسب ذیل امور وضاحت طلب ہیں:۔

(۱) جہاں تک ایمان لانے اور اطاعت کرنے کا تعلق ہے کیا وحی کے دونوں حصے یکساں حیثیت رکھتے ہیں؟

(۲) قرآن نے جہاں "ما انزل الیک" کہا ہے کیا اس سے مراد صرف قرآن ہے یا وحی کا مذکورہ صدر حصّہ بھی؟

(۳) وحی کا یہ دوسرا حصہ کہاں ہے؟ کیا قرآن کی طرح اس کی حفاظت کی ذمّہ داری بھی خدا نے لی ہوئی ہے؟

(۴) قرآن کے ایک لفظ کی جگہ عربی کا دوسرا لفظ جو اس کے مرادف المعنیٰ ہو

رکھ دیا جائے تو کیا اس لفظ کو "وحی منزل من اللہ" سمجھ لیا جائے گا؟ کیا وحی کے مذکورہ بالا دوسرے حصّے کی بھی یہی کیفیت ہے؟

(۵) بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نبوت پانے کے بعد اپنی زندگی کے آخری سانس تک جو کچھ کیا وہ خدا کی طرف سے وحی تھا۔ کیا آپ ان کے ہمنوا ہیں؟ اگر نہیں تو اس باب میں آپ کا عقیدہ کیا ہے؟

(۶) اگر آپ سمجھتے ہیں کہ حضورؐ کے بعض ارشادات وحی الٰہی تھے اور بعض وحی نہیں تھے تو کیا آپ فرمائیں گے کہ حضورؐ کے جو ارشادات وحی تھے ان کا مجموعہ کہاں ہے؟ نیز آپ کے جو ارشادات وحی نہیں تھے مسلمانوں کے لیے ایمان و اطاعت کے اعتبار سے ان کی حیثیت کیا ہے؟

(۷) اگر کوئی شخص قرآن کریم کی کسی آیت کے متعلق یہ کہہ دے کہ وہ "منزل من اللہ" نہیں ہے تو آپ اس سے متفق ہوں گے کہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص احادیث کے موجودہ مجموعوں میں سے کسی حدیث کے متعلق یہ کہے کہ وہ خدا کی وحی نہیں تو کیا وہ بھی اسی طرح دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا؟

(۸) رسول اللہ (صلعم) نے دین کے احکام کی بجا آوری کے لیے جو صورتیں تجویز فرمائی ہیں کیا کسی زمانے کی مصلحتوں کے لحاظ سے ان کی جزئیات میں رد و بدل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس قسم کا رد و بدل قرآن کے احکام کی جزئیات میں بھی کیا جا سکتا ہے؟

والسلام

مخلص: عبدالودود

جواب

محترمی و مکرمی، السلام علیکم و رحمۃ اللہ،

عنایت نامہ مورخہ ۵ نومبر ملا۔ کچھ خرابیٔ صحت اور کچھ مصروفیت کے باعث جواب

ذرا تاخیر سے دے رہا ہوں اور اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

آپ نے حسبِ سابق پھر وہی طریقہ اختیار کیا ہے کہ ایک بحث کو صاف کرنے سے پہلو بچا کر آگے کچھ نئے سوالات چھیڑ دیئے۔ حالانکہ آپ کو نئے مسائل سامنے لانے سے پہلے یہ بتانا چاہیے تھا کہ پچھلے خط میں آپ کے دس نکات پر جو بحث میں نے کی تھی اس میں سے کیا چیز آپ مانتے ہیں اور کیا نہیں مانتے، اور جس چیز کو نہیں مانتے اسے رد کرنے کے لیے آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ اسی طرح آپ کو میرے اُن واضح اور متعین سوالات کا بھی کوئی جواب دینا چاہیے تھا جو میں نے اُس خط میں آپ سے کیے تھے۔ لیکن ان سوالات کا سامنا کرنے سے گریز کر کے اب آپ کچھ اور سوالات لے آئے ہیں اور مجھ سے چاہتے ہیں کہ میں ان کا جواب دوں۔ یہ آخر کیا طرزِ بحث ہے؟

میرے پچھلے خط پر آپ کا تبصرہ کچھ عجیب ہی سا ہے۔ تمام اہم نکات جو اس میں زیرِ بحث آئے تھے، اور بنیادی سوالات جن پر اس میں روشنی ڈالی گئی تھی، ان سب کو چھوڑ کر سب سے پہلے آپ کی نظر میرے آخری فقرے پر پڑتی ہے اور اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ "میں حق کے آگے تو جھکنے پر تیار رہوں لیکن بت کے آگے میں نہیں جھک سکتا۔ اور شخصیت پرستی میرا مسلک نہیں ہے۔" سوال یہ ہے کہ آخر وہ کونسا "بت" ہے جس کے آگے جھکنے کے لیے آپ سے کہا گیا تھا؟ اور کس "شخصیت پرستی" کی آپ کو دعوت دی گئی تھی؟ میں نے تو صریح آیاتِ قرآنی سے یہ ثابت کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حاکم، شارع، قاضی اور معلّم و رہنما ہیں اور اللہ ہی کے حکم کی بنا پر آپ کی اطاعت اور آپ کا اتباع ایک مومن پر واجب ہے۔ اسی حق کے مقابلہ میں جھکنے کے لیے میں نے آپ سے عرض کیا تھا۔ اس پر آپ کا مذکورۂ بالا ارشاد یہ شبہ پیدا کرتا ہے کہ شاید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور پیروی ہی وہ "بت" ہے جس کے آگے جھکنے سے آپ کو انکار ہے، اور یہی وہ "شخصیت پرستی" ہے جس سے آپ گریزاں ہیں۔ اگر میرا یہ شبہ صحیح ہے تو میں عرض کروں گا

کہ دراصل آپ شخصیت پرستی سے نہیں خدا پرستی سے انکار کر رہے ہیں، اور ایک بہت بڑا بُت آپ کے اپنے نفس میں چھپا ہوا ہے جس کے آگے آپ سجدہ ریز ہیں۔ جہاں سرِ اطاعت خم کرنے کا خدا نے حکم دیا ہو وہاں جھک جانا بُت کے آگے جھکنا نہیں، خدا کے آگے جھکنا ہے اور یہ شخصیت پرستی نہیں بلکہ خدا پرستی ہے۔ البتہ اس سے جو شخص انکار کرتا ہے وہ دراصل حکمِ خدا کے آگے جھکنے کے بجائے اپنے بتِ نفس کے آگے جھکتا ہے۔

پھر آپ میرے سارے دلائل کو اس طرح چٹکیوں میں اڑانے کی کوشش فرماتے ہیں کہ تم نے "لفاظی اور جذبات کا مرکب پیش کرنے میں سارا زورِ قلم صرف کیا ہے"۔ یہ رائے آپ چاہیں تو بخوشی رکھ سکتے ہیں، لیکن اس کا فیصلہ اب وہ ہزاروں ناظرین کریں گے جن کی نظر سے یہ مراسلت گزر رہی ہے کہ مَیں نے دلائل پیش کیے ہیں یا محض لفاظی کی ہے اور آپ ہٹ دھرمی کا اظہار فرما رہے ہیں یا حق پرستی کا۔

پھر آپ اپنی اس بدنصیبی پر افسوس کرتے ہیں کہ میرے جوابات سے آپ کی الجھنیں اور بڑھ گئی ہیں۔ مجھے بھی اس کا افسوس ہے۔ مگر ان الجھنوں کا منبع کہیں باہر نہیں، آپ کے اندر ہی موجود ہے۔ آپ نے یہ مراسلت واقعی "بات سمجھنے" کے لیے کی ہوتی تو سیدھی بات سیدھی طرح آپ کی سمجھ میں آجاتی۔ لیکن آپ کی تو اسکیم ہی کچھ اور تھی۔ آپ نے اپنے ابتدائی سوالات میرے پاس بھیجنے کے ساتھ ساتھ کچھ دوسرے علماء کے پاس بھی اس امید پر بھیجے تھے[1] کہ ان سے مختلف جوابات حاصل ہوں گے اور پھر ان کا ایک مجموعہ شائع کر کے یہ پروپیگنڈا کیا جا سکے گا کہ علماء سنت سنت تو کرتے ہیں مگر دو عالم بھی سنّت کے بارے میں ایک متفقہ رائے نہیں رکھتے۔ وہی ٹکنیک جس کا ایک شاہکار ہمیں منیر رپورٹ میں ملتا ہے۔ اب میرے جوابات سے آپ کی یہ اسکیم آپ ہی کے اوپر اُلٹ پڑی ہے اس لیے آپ کو سمجھانے

---

[1] یہ بات مجھے بعد میں مولانا داؤد غزنوی اور مفتی سیاح الدین صاحب کاکاخیل اور بعض دوسرے حضرات سے معلوم ہوئی کہ بعینہٖ یہی سوالات آپ کی طرف سے ان کو بھی بھیجے گئے تھے۔

کی جتنی کوشش بھی میں کرتا جاتا ہوں آپ کی الجھن بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اس نوعیت کی الجھن کا آخر میں کیا علاج کر سکتا ہوں۔ اس کا علاج تو آپ کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ حق بات سمجھنے اور ماننے کی مخلصانہ خواہش اپنے اندر پیدا کیجیے اور ایک مسلک خاص کے حق میں پروپیگنڈا کے لیے ہتھیار فراہم کرنے کی فکر چھوڑ دیجیے۔ اس کے بعد انشاء اللہ ہر معقول بات بآسانی آپ کی سمجھ میں آنے لگے گی۔

پھر آپ میری طرف یہ غلط دعویٰ منسوب کرتے ہیں کہ "میں نے اپنی عمر قرآن کے ایک ایک لفظ پر غور کرنے اور اس کے مضمرات کو سمجھنے میں صرف کی ہے"۔ حالانکہ میں نے اپنے متعلق یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا۔ میں نے تو اپنے پچھلے خط میں جو کچھ کہا تھا وہ یہ تھا کہ اسلامی تاریخ میں بے شمار ایسے لوگ گزرے ہیں اور آج بھی پائے جاتے ہیں جنہوں نے اپنی عمریں اس کام میں صرف کر دی ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ آپ نے کیسے نکال لیا کہ میں اپنے حق میں یہ دعویٰ کر رہا ہوں۔

اتنی غیر متعلق باتیں کر چکنے کے بعد آپ میرے خط کے اصل مبحث کے متعلق صرف اتنی مختصر سی بات ارشاد فرمانے پر اکتفا کرتے ہیں کہ "آپ کے خط میں بہت سے ابہامات ہیں۔ کئی باتیں قرآن کے خلاف ہیں۔ کئی باتیں ایسی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ قرآن کا مطلب صحیح طور پر نہیں سمجھتے"۔ سوال یہ ہے کہ اس سے زیادہ مبہم بات بھی کوئی ہو سکتی ہے؟ آخر آپ نے کچھ تو بتایا ہوتا کہ میرے اس خط میں کیا ابہامات تھے، کیا چیزیں قرآن کے خلاف تھیں اور قرآن کی کن آیات کا مطلب میں ٹھیک نہیں سمجھا۔ ان ساری باتوں کو تو آئندہ کسی فرصت کے لیے آپ نے اٹھا کر رکھ دیا اور اپنا آج کا وقت کچھ نئے سوالات تصنیف کرنے میں صرف فرما دیا حالانکہ یہ وقت پچھلے سوالات پر گفتگو کرنے میں استعمال ہونا چاہیے تھا۔

اگر اس مراسلت سے میرے پیش نظر صرف آپ کو "بات سمجھانا" ہوتا تو آپ کی

طرف سے " بات سمجھنے " کی کوشش کا یہ نمونہ دیکھ کر میں آئندہ کے لیے معذرت ہی کر دیتا۔ لیکن در اصل میں آپ کے ذریعہ سے دوسرے بہت سے مریضوں کے علاج کی فکر کر رہا ہوں جن کے ذہن اسی طرح کے سوالات چھیڑ چھیڑ کر پراگندہ کیے جا رہے ہیں، اس لیے میں انشاء اللہ آپ کے ان تازہ سوالات کا جواب بھی دوں گا، اور ایسے ہی سوالات آپ اور چھیڑیں گے تو ان کا جواب بھی دوں گا، تاکہ جن لوگوں کے اندر اس گمراہی کے لیے ابھی تک ضد پیدا نہیں ہوئی ہے وہ سنت کے مسئلے کا ہر پہلو اچھی طرح سمجھ لیں اور ان کو گمراہ کرنا آسان نہ رہے۔

وحی پر ایمان کی وجہ آپ کا پہلا سوال یہ ہے کہ:

"جہاں تک ایمان لانے اور اطاعت کرنے کا تعلق ہے کیا وحی کے دونوں حصے یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔"

اس سوال کا صحیح جواب آدمی کی سمجھ میں اچھی طرح نہیں آسکتا جب تک کہ وہ پہلے یہ نہ سمجھ لے کہ وحی پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کرنے کی اصل بنیاد کیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ وحی خواہ وہ کسی نوعیت کی بھی ہو، براہِ راست ہمارے پاس نہیں آئی ہے کہ ہم بجائے خود اس کے منزل من اللہ ہونے کو جانیں اور اس کی اطاعت کریں۔ وہ تو ہمیں رسول کے ذریعہ سے ملی ہے اور رسول ہی نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ ہدایت میرے پاس خدا کی طرف سے آئی ہے۔ قبل اس کے کہ ہم وحی پر (یعنی اس کے من جانب اللہ ہونے پر) ایمان لائیں، ہم رسول پر ایمان لاتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کا سچا نمائندہ تسلیم کرتے ہیں اس کے بعد ہی یہ نوبت آسکتی ہے کہ ہم رسول کے بیان پر اعتماد کر کے اس وحی کو خدا کی بھیجی ہوئی وحی مانیں اور اس کی اطاعت کریں۔ پس اصل چیز وحی پر ایمان نہیں بلکہ رسول پر ایمان اور اس کی تصدیق ہے۔ اور اسی کی تصدیق کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم نے وحی کو وحی خداوندی مانا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس بات کو یوں سمجھیے کہ رسول کی رسالت پر ہمارے ایمان کی وجہ قرآن نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس قرآن پر ہمارے ایمان کی وجہ رسول کی رسالت پر ایمان ہے۔ واقعات کی ترتیب یہ نہیں ہے

کہ پہلے قرآن ہمارے پاس آیا ہو اور اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا تعارف کرایا ہو، اور اس کے بیان کو صحیح جان کر ہم نے حضور کو خدا کا رسول تسلیم کیا ہو۔ بلکہ صحیح ترتیب واقعات یہ ہے کہ پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر رسالت کا دعویٰ پیش کیا، پھر جس نے بھی ان کو رسولِ برحق مانا اس نے اُن کی اِس بات کو بھی برحق مان لیا کہ یہ قرآن جو وہ پیش فرما رہے ہیں یہ کلام محمدؐ نہیں بلکہ کلام اللہ ہے۔

یہ ایک ایسی بدیہی پوزیشن ہے جس سے کوئی معقول آدمی انکار نہیں کر سکتا۔ اس پوزیشن کو اگر آپ مانتے ہیں تو اپنی جگہ خود غور کیجیے کہ جس رسول کے اعتماد پر ہم نے قرآن کو وحی مانا ہے وہی رسول اگر ہم سے یہ کہے کہ مجھے قرآن کے علاوہ بھی خدا کی طرف سے ہدایات اور احکام بذریعہ وحی ملتے ہیں، تو اس کی تصدیق نہ کرنے کی آخر وجہ کیا ہے؟ اور آخر رسول کے ذریعہ سے آنے والی ایک وحی اور دوسری وحی میں فرق کیوں ہو؟ جب ایمان بالرسالت ہی وحی پر ایمان کی اصل بنیاد ہے تو اطاعت کرنے والے کے لیے اس سے کیا فرق واقع ہوتا ہے کہ رسول نے خدا کا ایک حکم قرآن کی کسی آیت کی شکل میں ہمیں پہنچایا ہے یا اپنے کسی فرمان یا عمل کی شکل میں؟ مثال کے طور پر پانچ وقت کی نماز بہر حال ہم پر فرض ہے اور امت اس کو فرض مانتی ہے باوجودیکہ قرآن کی کسی آیت میں یہ حکم نہیں آیا کہ "اے مسلمانو! تم پر پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی ہے"۔ سوال یہ ہے کہ اگر قرآن میں بھی یہ حکم آجاتا تو اس کی فرضیت اور اس کی تاکید میں کیا اضافہ ہو جاتا؟ اس وقت بھی یہ ویسی ہی فرض ہوتی جیسی اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے فرض ہے۔

ما انزل اللہ سے کیا چیز مراد ہے؟ آپ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ:

"قرآن نے جہاں مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ کہا ہے کیا اس سے مراد صرف قرآن ہے یا وحی کا مذکورۂ صدر حصہ بھی؟"

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں "نازل کرنے" کے ساتھ "کتاب" یا "ذکر" یا "فرقان"

وغیرہ کی تصریح کی گئی ہے صرف اسی جگہ مَا اَنْزَلَ اللہ سے مراد قرآن ہے۔ رہے وہ مقامات جہاں کوئی قرینہ ان الفاظ کو قرآن کے لیے مخصوص نہ کر رہا ہو، وہاں یہ الفاظ اُن تمام ہدایات و تعلیمات پر حاوی ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کو ملی ہیں، خواہ وہ آیاتِ قرآنی کی صورت میں ہوں، یا کسی اور صورت میں۔ اس کی دلیل خود قرآن مجید ہی میں موجود ہے۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف قرآن ہی نازل نہیں ہوا ہے بلکہ کچھ اور چیزیں بھی نازل ہوئی ہیں۔ سورۂ نساء میں ارشاد ہوا ہے:۔

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ (آیت ۱۱۳)	اور اللہ نے تیرے اوپر نازل کی کتاب اور حکمت اور تجھے سکھایا وہ کچھ جو تو نہ جانتا تھا۔

یہی مضمون سورۂ بقرہ میں بھی ہے:

وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنَ الْکِتٰبِ وَالْحِکْمَۃِ یَعِظُکُمْ بِہٖ (آیت ۲۳۱)	اور یاد رکھو اپنے اوپر اللہ کے احسان کو، اور اُس کتاب اور حکمت کو جو اس نے تم پر نازل کی ہے۔ اللہ تمہیں اس کا پاس رکھنے کی نصیحت فرماتا ہے۔

اسی بات کو سورۂ احزاب میں دہرایا گیا ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی خواتین کو نصیحت فرمائی گئی ہے کہ:

وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالْحِکْمَۃِ۔ (آیت ۳۴)	اور یاد رکھو کہ تمہارے گھروں میں (لوگوں کو) اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں سنائی جاتی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب کے علاوہ ایک چیز "حکمت" بھی نازل کی گئی تھی جس کی تعلیم آپ لوگوں کو دیتے تھے۔ اس کا مطلب آخر اس کے سوا کیا ہے کہ جس دانائی کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کام کرتے اور قیادت و رہنمائی کے فرائض انجام دیتے تھے، وہ محض آپ کی آزادانہ ذاتی قوتِ فیصلہ

(PRIVATE JUDGEMENT) نہ تھی بلکہ یہ چیز بھی اللہ نے آپ پر نازل کی تھی۔ نیز یہ کوئی ایسی چیز تھی جسے آپ خود ہی استعمال نہ کرتے تھے بلکہ لوگوں کو سکھاتے بھی تھے (یُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ)۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سکھانے کا عمل یا تو قول کی صورت میں ہو سکتا تھا یا فعل کی صورت میں۔ اس لیے امت کو آنحضرتؐ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ دو چیزیں ملی تھیں۔ ایک، کتاب۔ دوسری حکمت، حضورؐ کے اقوال کی صورت میں بھی اور افعال کی صورت میں بھی۔

پھر قرآن مجید ایک اور چیز کا ذکر بھی کرتا ہے جو اللہ نے کتاب کے ساتھ نازل کی ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ (الشوریٰ۔ ۱۷)

اللہ ہی ہے جس نے نازل کی کتاب حق کے ساتھ اور میزان۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔ (الحدید۔ ۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو روشن نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

یہ "میزان" جو کتاب کے ساتھ نازل کی گئی ہے، ظاہر ہے کہ وہ ترازو تو نہیں ہے جو ہر بنیے کی دوکان پر رکھی ہوئی مل جاتی ہے۔ بلکہ اس سے مراد کوئی ایسی چیز ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق انسانی زندگی میں توازن قائم کرتی ہے، اس کے بگاڑ کو درست کرتی ہے، اور افراط و تفریط کو دور کر کے انسانی اخلاق و معاملات کو عدل پر لاتی ہے۔ کتاب کے ساتھ اس چیز کو انبیاء پر "نازل" کرنے کے صاف معنی یہ ہیں کہ انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے بطور خاص اپنے پاس سے وہ رہنمائی کی صلاحیت عطا فرمائی جس سے انہوں نے کتاب اللہ کے منشا کے مطابق افراد اور معاشرے اور ریاست میں نظام عدل قائم کیا۔ یہ کام ان کی ذاتی قوت اجتہاد اور رائے پر منحصر نہ تھا۔ بلکہ اللہ کی نازل کردہ میزان سے تول تول کر وہ فیصلہ کرتے تھے کہ حیات انسانی کے مرکب میں کس جز کا کیا وزن ہونا چاہیے۔

پھر قرآن ایک تیسری چیز کی بھی خبر دیتا ہے جو کتاب کے علاوہ نازل کی گئی تھی:-

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا (التغابن - ۸)	پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے۔
فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الاعراف - ۱۵۷)	پس جو لوگ ایمان لائیں اس رسول پر اور اس کی تعظیم و تکریم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کے پیچھے چلیں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی فلاح پانے والے ہیں۔
قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ (المائدہ - ۱۵-۱۶)	تمہارے پاس آگیا ہے نور اور کتاب مبین جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو جو اس کی مرضی کی پیروی کرنے والا ہے سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے۔

ان آیات میں جس "نور" کا ذکر کیا گیا ہے وہ کتاب سے الگ ایک چیز تھا، جیسا کہ تیسری آیت کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں۔ اور یہ نور بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول پر نازل کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد وہ علم و دانش اور وہ بصیرت و فراست ہی ہو سکتی ہے جو اللہ نے حضور کو عطا فرمائی تھی، جس سے آپ نے زندگی کی راہوں میں صحیح اور غلط کا فرق واضح فرمایا، جس کی مدد سے عملی زندگی کے مسائل حل کیے، اور جس کی روشنی میں کام کر کے آپ نے اخلاق و روحانیت، تہذیب و تمدن، معیشت و معاشرت اور قانون و سیاست کی دنیا میں انقلاب عظیم برپا کر دیا۔ یہ کسی پرائیویٹ آدمی کا کام نہ تھا جس نے بس خدا کی کتاب پڑھ پڑھ کر اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق جدوجہد کر ڈالی ہو۔ بلکہ یہ خدا کے اس نمائندے کا کام تھا جس نے کتاب کے ساتھ براہ راست خدا ہی سے علم اور بصیرت کی روشنی بھی پائی تھی۔

ان تصریحات کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن جب ہمیں دوسری سب چیزوں کو چھوڑ کر صرف ما انزل اللہ کی پیروی کرنے کا حکم دیتا ہے تو اس سے مراد محض قرآن ہی کی پیروی نہیں ہوتی، بلکہ اُس حکمت اور اس نور اور اس میزان کی پیروی بھی ہوتی ہے جو قرآن کے ساتھ ہی

صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی تھی اور جس کا ظہور لا محالہ حضورؐ کی سیرت و کردار اور حضورؐ کے اقوال و افعال ہی میں ہو سکتا تھا۔ اسی لیے قرآن کہیں یہ کہتا ہے کہ مَا اَنزَلَ اللہُ کی پیروی کرو (مثلاً آیت ۷ : ۳ میں)، اور کہیں یہ ہدایت کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو (مثلاً آیات ۳ : ۳۱-۳۲ : ۲۱ اور ۷ : ۱۵۶ میں)۔ اگر یہ دو مختلف چیزیں ہوتیں تو ظاہر ہے کہ قرآن کی ہدایات متضاد ہو جاتیں۔

سنت کہاں ہے؟ آپ کا تیسرا سوال یہ ہے :

"وحی کا یہ دوسرا حصہ کہاں ہے؟ کیا قرآن کی طرح اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خدا نے لی ہوئی ہے؟"

اس سوال کے دو حصے الگ الگ ہیں۔ پہلا حصہ یہ ہے کہ "وحی کا یہ دوسرا حصہ کہاں ہے؟" بعینہٖ یہ سوال آپ پہلے مجھ سے کر چکے ہیں اور میں اس کا مفصل جواب دے چکا ہوں۔ مگر آپ اسے پھر اس طرح دہرا رہے ہیں کہ گویا آپ کو سرے سے کوئی جواب ملا ہی نہیں۔ براہ کرم اپنا اولین خط اٹھا کر دیکھیے جس میں سوال نمبر ۲ کا مضمون وہی تھا جو آپ کے اس تازہ سوال کا ہے۔ اس کے بعد میرا دوسرا خط ملاحظہ فرمائیے جس میں میں نے آپ کو اس سوال کا تفصیلی جواب دیا ہے۔ اب آپ کا اسی سوال کو پھر پیش کرنا اور میرے پہلے جواب کو بالکل نظر انداز کر دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ یا تو آپ اپنے ہی خیالات میں گم رہتے ہیں اور دوسرے کی کوئی بات آپ کے ذہن تک پہنچنے کا راستہ ہی نہیں پاتی، یا پھر آپ یہ بحث محض برائے بحث فرما رہے ہیں۔

کیا سنت کی حفاظت بھی خدا نے کی ہے؟ رہا آپ کے سوال کا دوسرا حصہ تو اس کا جواب سننے سے پہلے ذرا اس بات پر غور کر لیجیے کہ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری جو اللہ میاں نے لی تھی اس کو انہوں نے براہِ راست عملی جامہ پہنایا، یا انسانوں کے ذریعہ سے اس کو عملی جامہ پہنوایا؟ ظاہر ہے آپ اس کا کوئی جواب اس کے سوا نہیں دے سکتے کہ اس حفاظت کے لیے انسان ہی ذریعہ بنائے گئے۔ اور عملاً یہ حفاظت اس طرح ہوئی کہ حضورؐ سے جو قرآن لوگوں کو ملا تھا اس کو

ملاحظہ ہو ترجمان القرآن، جولائی ۱۹۶۰ء، ص ۲۲۷ تا ۲۳۳۔ ۵۶

اسی زمانہ میں ہزاروں آدمیوں نے لفظ بلفظ یاد کر لیا، پھر ہزاروں سے لاکھوں، اور لاکھوں سے کروڑوں اس کو نسلاً بعد نسلٍ پیتے اور یاد کرتے چلے گئے، حتیٰ کہ یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں رہا کہ قرآن کا کوئی لفظ دنیا سے محو ہو جائے، یا اس میں کسی وقت کوئی رد و بدل ہو اور وہ فوراً نوٹس میں نہ آجائے۔ یہ حفاظت کا غیر معمولی انتظام آج تک دنیا کی کسی دوسری کتاب کے لیے نہیں ہو سکا ہے اور یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کیا ہوا انتظام ہے۔

اچھا، اب ملاحظہ فرمایئے کہ جس رسول کو ہمیشہ کے لیے اور تمام دنیا کے لیے رسول بنایا گیا تھا اور جس کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دینے کا بھی اعلان کر دیا گیا تھا، اس کے کارنامۂ حیات کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا محفوظ فرمایا کہ آج تک تاریخِ انسانی میں گزرے ہوئے کسی نبی، کسی پیشوا، کسی لیڈر اور رہنما اور کسی بادشاہ یا فاتح کا کارنامہ اس طرح محفوظ نہیں رہا ہے۔ اور یہ حفاظت بھی انہی ذرائع سے ہوئی ہے جن ذرائع سے قرآن کی حفاظت ہوئی ہے۔ ختمِ نبوت کا اعلان بجائے خود یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرر کیے ہوئے آخری رسولؐ کی رہنمائی اور اس کے نقوشِ قدم کو قیامت تک زندہ رکھنے کی ذمہ داری لے لی ہے تاکہ اس کی زندگی ہمیشہ انسان کی رہنمائی کرتی رہے اور اس کے بعد کسی نئے رسول کے آنے کی ضرورت باقی نہ رہے۔ اب آپ خود دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے فی الواقع جریدۂ عالم پر ان نقوش کو کیسا ثبت کیا ہے کہ آج کوئی طاقت انہیں مٹا نہیں سکتی۔ کیا آپ کو نظر نہیں آتا کہ یہ وضو، یہ پنج وقتہ نماز، یہ اذان، یہ مساجد کی نماز باجماعت، یہ عیدین کی نمازیں، یہ حج کے مناسک، یہ بقر عید کی قربانی، یہ زکوٰۃ کی شرحیں، یہ ختنہ، یہ نکاح و طلاق و وراثت کے قاعدے، یہ حرام و حلال کے ضابطے اور اسلامی تہذیب و تمدن کے دوسرے بہت سے اصول اور طور طریقے جس روز محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کیے اسی روز سے وہ مسلم معاشرے میں ٹھیک اسی طرح رائج ہو گئے جس طرح قرآن کی آیتیں زبانوں پر چڑھ گئیں، اور پھر ہزاروں سے لاکھوں اور لاکھوں سے کروڑوں مسلمان دنیا کے ہر گوشے میں نسلاً بعد نسلٍ ان کی اُسی طرح پیروی کرتے چلے آرہے ہیں جس طرح ان کی ایک نسل

سے دوسری نسل قرآن لیتی چلی آرہی ہے۔ ہماری تہذیب کا بنیادی ڈھانچہ رسولِ پاک کی جن سنتوں پر قائم ہے ان کے صحیح ہونے کا ثبوت بعینہٖ وہی ہے جو قرآنِ پاک کے محفوظ ہونے کا ثبوت ہے۔ اس کو جو شخص چیلنج کرتا ہے وہ دراصل قرآن کی صحت کو چیلنج کرنے کا راستہ اسلام کے دشمنوں کو دکھاتا ہے۔

پھر دیکھیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کے عہد کی سوسائٹی کا کیسا مفصل نقشہ، کیسی جزئی تفصیلات کے ساتھ، کیسے مستند ریکارڈ کی صورت میں آج ہم کو مل رہا ہے۔ ایک ایک واقعہ اور ایک ایک قول و فعل کی سند موجود ہے جس کو جانچ کر ہر وقت معلوم کیا جا سکتا ہے کہ روایت کہاں تک قابلِ اعتماد ہے۔ صرف ایک انسان کے حالات معلوم کرنے کی خاطر اُس دور کے کم و بیش ۶ لاکھ انسانوں کے حالات مرتب کر دیئے گئے تاکہ ہر وہ شخص جس نے کوئی روایت اُس انسانِ عظیم کا نام لے کر بیان کی ہے اس کی شخصیت کو پرکھ کر رائے قائم کی جا سکے کہ ہم اس کے بیان پر کس حد تک بھروسہ کر سکتے ہیں۔ تاریخی تنقید کا ایک وسیع علم انتہائی باریک بینی کے ساتھ صرف اس مقصد کے لیے مدوّن ہو گیا کہ اس ایک فردِ فرید کی طرف جو بات بھی منسوب ہو اسے ہر پہلو سے جانچ پڑتال کر کے صحت کا اطمینان کر لیا جائے۔ کیا دنیا کی پوری تاریخ میں کوئی اور مثال بھی ایسی ملتی ہے کہ کسی ایک شخص کے حالات محفوظ کرنے کے لیے انسانی ہاتھوں سے یہ اہتمام عمل میں آیا ہو؟ اگر نہیں ملتی اور نہیں مل سکتی، تو کیا یہ اس بات کا صریح ثبوت نہیں ہے کہ اس اہتمام کے پیچھے بھی وہی خدائی تدبیر کارفرما ہے جو قرآن کی حفاظت میں کارفرما رہی ہے؟

وحی سے مراد کیا چیز ہے | آپ کا چوتھا سوال یہ ہے:۔

"قرآن کے ایک لفظ کی جگہ عربی کا دوسرا لفظ جو اس کے مرادف المعنیٰ ہو رکھ دیا جائے تو کیا اس لفظ کو "وحی منزل من اللہ" سمجھ لیا جائے گا؟ کیا وحی کے مذکورۂ بالا دوسرے حصے کی بھی یہی کیفیت ہے؟"

یہ ایسا مہمل سوال آپ نے کیا ہے کہ میں کسی پڑھے لکھے آدمی سے اس کی توقع نہ رکھتا تھا۔ آخر یہ کس نے آپ سے کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے شارح اس معنی میں ہیں کہ آپ نے تفسیر بیضاوی یا جلالین کی طرح کی کوئی تفسیر لکھی تھی جس میں قرآن کے عربی الفاظ کی تشریح میں کچھ دوسرے مترادف عربی الفاظ درج کر دیئے تھے اور ان تفسیری فقروں کو اب کوئی شخص "وحی منزل من اللہ" کہہ رہا ہے۔ جو بات آپ سے بار بار کہی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغمبر کی حیثیت سے جو کچھ بھی کیا اور کہا ہے وہ بر بنائے وحی ہے۔ آپ کا پورا پیغمبرانہ کارنامہ اپنی پرائیویٹ حیثیت میں نہ تھا بلکہ خدا کے نمائندہ مجاز ہونے کی حیثیت میں تھا۔ اس حیثیت میں آپ کوئی کام بھی خدا کی مرضی کے خلاف، یا اس کے بغیر نہ کر سکتے تھے۔ ایک معلّم، ایک مربّی، ایک مصلحِ اخلاق، ایک معمارِ تہذیب و تمدّن، ایک قاضی، ایک مقنّن، ایک مدبّر، ایک سپہ سالار، ایک حکمران کی حیثیت میں آپ نے جتنا کام بھی کیا وہ سب دراصل خدا کے رسول ہونے کی حیثیت میں آپ کا کام تھا۔ اس میں خدا کی وحی آپکی رہنمائی اور نگرانی کرتی تھی، اور کہیں ذرا سی چوک بھی ہو جاتی تو خدا کی وحی بروقت اس کی اصلاح کر دیتی تھی۔ اس وحی کو اگر آپ اس معنی میں لیتے ہیں کہ قرآن کے الفاظ کی تشریح میں کچھ عربی زبان کے مترادف الفاظ نازل ہو جاتے تھے تو میں سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ "بریں علم و دانش بباید گریست"۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ وحی لازماً الفاظ کی صورت ہی میں نہیں ہوتی۔ وہ ایک خیال کی شکل میں بھی ہو سکتی ہے جو دل میں ڈالا جائے۔ وہ ذہن و فکر کے لیے ایک رہنمائی بھی ہو سکتی ہے۔ وہ ایک معاملہ کا صحیح فہم بخشنے اور ایک مسئلے کا ٹھیک حل یا ایک موقع کے لیے مناسب تدبیر سُجھانے کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے۔ وہ محض ایک روشنی بھی ہو سکتی ہے جس میں آدمی اپنا راستہ صاف دیکھ لے۔ وہ ایک سچا خواب بھی ہو سکتی ہے۔ اور وہ پردے کے پیچھے سے ایک آواز یا فرشتے کے ذریعہ سے آیا ہوا ایک پیغام بھی ہو سکتی ہے۔ عربی زبان میں لفظ وحی کے معنی "اشارہ لطیف" کے ہیں۔

انگریزی میں اس سے قریب تر لفظ (INSPIRATION) ہے۔ اگر آپ عربی نہیں جانتے تو انگریزی زبان ہی کی کسی لغت میں اس لفظ کی تشریح دیکھ لیں۔ اس کے بعد آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ لفظ کے مقابلہ میں مترادف لفظ رکھنے کا یہ عجیب و غریب تصور، جسے آپ وحی کے معنی میں لے رہے ہیں، کیسا طفلانہ تصور ہے۔

آپ کا پانچواں سوال یہ ہے:

"بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نبوت پانے کے بعد اپنی زندگی کے آخری سانس تک جو کچھ کیا وہ خدا کی طرف سے وحی تھا۔ کیا آپ ان کے ہمنوا ہیں؟ اگر نہیں تو اس باب میں آپ کا عقیدہ کیا ہے؟"

اس سوال کا جواب سوال نمبر ۴ میں آ گیا ہے۔ اور وہ عقیدہ جو میں نے اوپر بیان کیا ہے وہ "بعض لوگوں" کا نہیں بلکہ آغازِ اسلام سے آج تک تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے۔

محض تکرارِ سوال | آپ کا چھٹا سوال یہ ہے:

"اگر آپ سمجھتے ہیں کہ حضور کے بعض ارشادات وحی الٰہی تھے اور بعض وحی نہ تھے تو کیا آپ فرمائیں گے کہ حضور کے جو ارشادات وحی تھے ان کا مجموعہ کہاں ہے، نیز آپ کے جو ارشادات وحی نہیں تھے مسلمانوں کے لیے ایمان و طاعت کے اعتبار سے ان کی حیثیت کیا ہے؟"

اس سوال کے پہلے حصے میں آپ نے اپنے سوال نمبر ۳ کو پھر دہرا دیا ہے اور اس کا جواب وہی ہے جو اوپر اسی سوال کا دیا جا چکا ہے۔ دوسرے حصے میں آپ نے اُس بات کا اعادہ کیا ہے جو اس سے پہلے اپنے خط نمبر ۲ میں آپ بیان فرما چکے ہیں اور میں اس کا جواب عرض کر چکا ہوں۔ (ملاحظہ ہو ترجمان القرآن، جولائی ۶۰ء، صفحہ ۲۴۱) - شبہ ہوتا ہے کہ آپ میرے جوابات کو غور سے پڑھتے بھی نہیں ہیں اور ایک ہی طرح کے سوالات کو دہراتے چلے جاتے ہیں۔

ایمان و کفر کا مدار | آپ کا ساتواں سوال یہ ہے:

"اگر کوئی شخص قرآن کریم کی کسی آیت کے متعلق یہ کہدے کہ وہ منزل من اللہ نہیں ہے تو آپ اس سے متفق ہوں گے کہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص احادیث کے موجودہ مجموعوں میں سے کسی حدیث کے متعلق یہ کہے کہ وہ خدا کی وحی نہیں تو کیا وہ بھی اسی طرح دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا؟"

اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث کے موجودہ مجموعوں سے جن سنتوں کی شہادت ملتی ہے ان کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ ایک قسم کی سنتیں وہ ہیں جن کے سنت ہونے پر امت شروع سے آج تک متفق رہی ہے یعنی بالفاظ دیگر وہ متواتر سنتیں ہیں اور امت کا ان پر اجماع ہے۔ ان میں سے کسی کو ماننے سے جو شخص بھی انکار کرے گا وہ اسی طرح دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا جس طرح قرآن کی کسی آیت کا انکار کرنے والا خارج از اسلام ہو گا۔ دوسری قسم کی سنتیں وہ ہیں جن کے ثبوت میں اختلاف ہے یا ہو سکتا ہے۔ اس قسم کی سنتوں میں سے کسی کے متعلق اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میری تحقیق میں فلاں سنت ثابت نہیں ہے اس لیے میں اسے قبول نہیں کرتا تو اس قول سے اس کے ایمان پر قطعاً کوئی آنچ نہ آئے گی۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم علمی حیثیت سے اس کی رائے کو صحیح سمجھیں یا غلط۔ لیکن اگر وہ یہ کہے کہ یہ واقعی سنتِ رسول ہو بھی تو میں اس کی اطاعت کا پابند نہیں ہوں، تو اس کے خارج از اسلام ہونے میں قطعاً کوئی شبہ نہیں، کیونکہ وہ رسول کی حیثیتِ حکمرانی (Authority) کو چیلنج کرتا ہے جس کی کوئی گنجائش دائرۂ اسلام میں نہیں ہے۔

کیا احکامِ سنت میں ردّ و بدل ہو سکتا ہے؟ | آپ کا آٹھواں سوال یہ ہے:

"رسول اللہ (صلعم) نے دین کے احکام کی بجا آوری کے لیے جو صورتیں تجویز فرمائی ہیں کیا کسی زمانے کی مصلحتوں کے لحاظ سے ان کی جزئیات میں ردّ و بدل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس قسم کا ردّ و بدل قرآن کی جزئیات میں بھی کیا جا سکتا ہے؟"

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآنی احکام کے جزئیات ہوں یا ثابت شدہ سنتِ رسولؐ کے کسی حکم کے جزئیات، دونوں کے اندر صرف اسی صورت میں اور اسی حد تک ردّوبدل ہو سکتا ہے جب اور جس حد تک حکم کے الفاظ کسی ردّوبدل کی گنجائش دیتے ہوں، یا کوئی دوسری نص ایسی ملتی ہو جو کسی مخصوص حالت کے لیے کسی خاص قسم کے احکام میں ردّوبدل کی اجازت دیتی ہو۔ اس کے ماسوا کوئی مومن اپنے آپ کو کسی حال میں بھی خدا اور رسول کے احکام میں ردّوبدل کر لینے کا مختار و مجاز تصور نہیں کر سکتا۔ البتہ ان لوگوں کا معاملہ دوسرا ہے جو اسلام سے نکل کر مسلمان رہنا چاہتے ہیں۔ ان کا طریق کار یہی ہے کہ پہلے رسول کو آئین و قانون سے بے دخل کر کے "قرآن بلا محمدؐ" کی پیروی کا نرالا مسلک ایجاد کریں، پھر قرآن سے پیچھا چھڑانے کے لیے اس کی ایسی من مانی تاویلات شروع کر دیں جنہیں دیکھ کر شیطان بھی اعترافِ کمال پر مجبور ہو جائے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(بقیہ مطبوعات)

یہ نسبت سوکناز یادہ خراب ہوتی ہے جو اپنی سوکنوں کے ساتھ خاوند کی حفاظت اور پاسبانی میں زندگی بسر کرتی ہے۔ جب ہم اُن بدنصیب عورتوں کے ہجوم کو دیکھتے ہیں جو مغربی شہروں کی مختلف گلیوں میں رات کو بے یار و مددگار پھرتی ہیں تو ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ اہلِ مغرب کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مسلمانوں کو تعدد ازواج کا طعنہ دیں۔ ایک عورت کے لیے یہ چیز بدرجہا بہتر ہے کہ وہ دوسری خواتین کے ساتھ ایک ہی مرد سے وابستہ رہے احترام سے زندگی بسر کرے، جائز بچے اُس کی گود میں ہوں اور اس طرح وہ دھوکہ بازوں کی ہوس کاریوں کا شکار بننے سے محفوظ رہے۔"

پوری کتاب اسی قسم کے فاضلانہ مباحث پر مشتمل ہے۔ کتاب کو پڑھنے کے بعد یہ ضرور محسوس ہوتا ہے کہ اسکے پروف احتیاط سے نہیں پڑھے گئے اس لیے ہر جگہ طباعت کی غلطیاں نظر آتی ہیں۔